# دنیا کے ہر گوشہ کے احمدی خاص قربانیوں کیلئے تیار رہیں

(فرمودہ ۲۶ - اکتوبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے خطبہ میں مَیں نے جماعت کو صبراور تحمل کی ہدایت کی تھی اور نصیحت کی تھی کہ لوگ سوٹے لے کر نہ پھریں اور ان تمام احکام کی جو حکومت برطانیہ کے نمائندوں کی طرف سے دیئے جائیں' اطاعت کریں۔

میں آج کے خطبہ سے پہلے دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے اس فعل پر اظہارِ خوشنودی کرتا ہوں کہ باوجود اشتعال انگیزی کے سامانوں کے پیدا ہونے کے انہوں نے صبروتحمل سے کام لیا اور سوائے شاذونادر کے یا سوائے کسی غلط فہمی کے پیدا ہوجانے کے ان کی طرف سے کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو میرے لئے موجبِ شرمندگی اور ان کیلئے موجب پریشانی ہو۔ بیشک ہم ان دنوں میں نہتے تھے' بیشک حکومت نے اپنے زور اور طاقت سے باوجود اس کے کہ یہ ہمارا گھر تھا ہمیں خود حفاظتی کی تدابیر سے محروم کردیا تھا' پھر بھی میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت کے سچّے اور مخلص ممبر خدا تعالیٰ کے فضل سے شیر ہیں اور شیر بغیر ہتھیاروں کے ہی لڑا کرتا ہے۔ میں نے سلسلہ کے مصالح کے لحاظ سے آپ کی زبانیں بند کردی تھیں' آپ کے ہاتھ باندھ دیئے تھے لیکن باوجود اس کے میں جانتا ہوں کہ آپ کے دل اخلاص اور اس محبت کے وفور کی وجہ سے جو آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور سلسلہ سے ہے' ایسے جوش سے پُر تھے کہ جس کے سامنے دنیا کی کوئی دیوار اور کوئی قلعہ ٹھہر

نہیں سکتا- آپ کی فرمانبرداری ذلّت اور بے چارگی کی فرمانبرداری نہیں تھی بلکہ طاقت کے ساتھ فرمانبرداری تھی- جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے' پولیس کے لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا جب آپ بغیر ہتھیاروں کے ان کے ساتھ مل کر پہرہ دیتے تھے- انہوں نے ہمارے دوستوں سے یہ بھی کہا کہ ہم لوگ جو آپ کی خدمت کیلئے آئے ہیں' آپ کو کیا ضرورت ہے کہ تکلیف کریں خصوصاً اس صورت میں کہ آپ کے پاس ہتھیار بھی نہیں ہیں اور آپ کے خلاف اس قدر جوش پھیلایا جارہا ہے اور خطرہ ہے آپ کیوں نہتے پھرتے ہیں- مگر جب ان کو جواب دیا جاتا ہے کہ ہم آپ کی ہمدردی کے ممنون ہیں مگر اپنے مقدس مقامات کی حفاظت ہمارا بھی فرض ہے اور ہم اس کیلئے مجبور ہیں- تو ان پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے کہا آپ لوگ ہمدردی کہتے ہیں ہمارے دلوں میں آپ لوگوں کے متعلق جو جذبات ہیں وہ ہمدردی سے بہت زیادہ ہیں اور ہم انہیں بیان نہیں کرسکتے-

اس کے بعد میں اس امر کا ذکر کردینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسے حالات میں جو بہت اشتعال دلانے والے تھے' پولیس کے افسروں اور ماتحتوں کا رویہ بہت اعلیٰ درجہ کا اور قابلِ تحسین رہا ہے- ان میں سے بیشتر حصہ اس بیہودگی کو محسوس کرتا تھا جو اس جگہ جلسہ کی اجازت دینے میں ہوئی ہے' وہ قانون اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ جو ہمارے متعلق استعمال کئے گئے ان سے وہ خود دکھ محسوس کرتے تھے- ان میں سے بعض مجھے ملنے بھی آئے' بعض علیحدگی میں ملے اور بعض عام مجالس میں' ان کے علاوہ ان میں سے بہت سے ہماری جماعت کے سینکڑوں لوگوں سے ملے اور انہوں نے اپنی طرف سے بھی اور اپنے دوستوں کی طرف سے ترجمانی کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ احمدیوں کو بلاوجہ دکھ دیا گیا ہے اور ایسا جلسہ جس کی غرض سوائے تضحیک اور توہین کے کچھ نہیں' یہاں خواہ مخواہ منعقد کرایا گیا ہے- گو وہ لوگ اس وقت میرے سامنے نہیں مگر میرا فرض ہے کہ ان کے متعلق بھی جذباتِ امتنان کا اظہار کروں- وہ لوگ ہمارے ہم خیال نہ تھے' بعض ان میں سے جلسہ کرنے والوں کے ہم عقیدہ تھے' بعض سکھ یا ہندو تھے مگر سب نے شریفانہ رویۃ رکھا' سوائے چند ایک کے جنہوں نے بعض ناشائستہ حرکات کیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پولیس کے رویۃ کے متعلق ہمیں جو احتمال تھا اس سے بہت اچھا بلکہ اس کے برعکس انہوں نے یہاں نمونہ دکھایااور نہ صرف انگریز افسروں بلکہ ہندوستانی افسروں نے بھی بہت شریفانہ رویہ دکھایا اور سپاہی تو بہت ہی متأثر تھے

ان میں سے کئی لوگ مجھے بھی ملے- ان کے علاوہ ان رپورٹوں کی بناء پر جو مجھے پہنچیں اور جو ان کے ساتھ تعاون کرنے والوں کی طرف سے ہیں' میں ان خیالات کے اظہار پر مجبور ہوا ہوں اور ان حالات میں اگر بعض سے غلطیاں بھی سرزد ہوئیں تو وہ یقیناً نظرانداز کرنے اور بُھلا دینے کے قابل ہیں- یہاں کے مجسٹریٹوں کے متعلق مجھے افسوس ہے کہ میں یہی کلمات نہیں کہہ سکتا حالانکہ وہ لوگ ہی ہیں جن کے سپرد امن اور انتظام کا قیام ہے- پولیس تو صرف سوٹے کی طرح ہوتی ہے' دماغ مجسٹریٹ ہوتے ہیں ان کے سامنے ہتک آمیز اور اشتعال انگیز تقریریں ہوئیں' بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت کے دوسرے لیڈروں کے متعلق بہت بدزبانی کی گئی مگر انہوں نے ہرگز نہیں روکا- مذہبی حملوں کو اگر جانے بھی دیا جائے تو ذاتی حملے اس قدر تھے کہ مجسٹریٹوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیئے تھی- پولیس اور غیرجانب دار رپورٹروں کو بھی اگر نظرانداز کردیا جائے تو بھی خود ان کے اخباروں میں تقریروں کے جو اقتباس شائع ہوئے ہیں' انہیں دیکھ کر کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے اشتعال انگیزی نہیں کی اور مجسٹریٹوں نے اپنے فرض کو ادا کیا ہے- میں نے خود اخبار احسان یا زمیندار دونوں میں سے کسی ایک میں پڑھا ہے کہ صدر کانفرنس نے کہا کہ لاؤ مجھے اور مرزا بشیرالدین محمود کو ایک کمرے میں بند کردو اگر صبح تک وہ زندہ رہ جائے تو کہنا- اور میں سمجھتا ہوں کوئی مجسٹریٹ جس میں شرافت کی کوئی حِسّ باقی ہے' یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ اشتعال انگیزی نہیں- کیا یہ صریح قتل کی دھمکی نہیں؟ کیا یہ الفاظ بھی ان کی سمجھ میں نہیں آسکتے تھے؟ مگر نہیں ان کے دل خوش تھے کہ احمدیوں کی ہتک کی جارہی ہے اور ان پر الزام لگائے جارہے ہیں- پھر مجھے حیرت ہے کہ وہی مجسٹریٹ سٹیشن پر یہ کہتا ہوا پایا گیا کہ دونوں فریق میں TOLERANCE (رواداری) نہیں ہے- گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خواہ ہمیں مارتے' گالیاں دیتے' پھر بھی ہمیں انہیں اپنے گھروں میں لاکر ٹھہرانا چاہیئے تھا اور اپنے مقدس مقامات گرانے کیلئے ان کے حوالہ کردینے چاہئیں تھے تب ہم اس کے نزدیک روادار کہلاسکتے تھے- اگر کوئی شخص اس مجسٹریٹ کے منہ پر مُکاّ مارے اور اس کے مکان پر جاکر اس کے ماں باپ کو گالیاں دے تو پھر میں دیکھوں کہ اس میں کتنی رواداری ہے- حالانکہ یہاں اس کے ذاتی اخلاق کا سوال نہیں تھا' وہ تنخواہ اسی بات کی لیتا ہے' ملک معظّم کی حکومت کی طرف سے اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ امن قائم رکھے- اس کا فرض تھا کہ ایسی تقریریں کرنے والوں کو روکتا

اور کہتا کہ آپ لوگ یہاں تبلیغ کیلئے آئے ہیں نہ کہ قتل کی دھمکیاں دینے۔ یہ سوال نہیں کہ ہم پر ان کی دھمکیوں کا کیا اثر ہوا۔ ہم جانتے ہیں کہ انبیاء اور ان کی جماعتوں کو ایسی دھمکیاں دی ہی جایا کرتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کو بھی ایران کے بادشاہ کی طرف سے ایسی ہی دھمکی دی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہاں آؤ تو پتہ لگے[۱]، کہنے والے ایسا کہا ہی کرتے ہیں لیکن اس سے سننے والوں کی دماغی حالت کا پتہ بخوبی لگ سکتا ہے۔

اس کے بعد مَیں اس مضمون کی طرف آتا ہوں جس کے متعلق میں نے پچھلے جمعہ میں کہا تھا مگر وہ چونکہ بہت اہم مضمون ہے اس لئے ضروری ہے کہ ساتھ ساتھ حکومت کے افسروں کو، جماعت کے افراد کو، دوسری پبلک کو اور ان لوگوں کو بھی جو ہمارے خلاف اس قدر غیظ وغضب کا اظہار کررہے ہیں، سب کچھ سنا دیا جائے۔ مومن کا کوئی کام خفیہ نہیں ہوتا، مومن انارکسٹ نہیں ہوا کرتا، رسول کریم ﷺ کا دستور تھا کہ آپؐ جب کسی دشمن پر چڑھائی کرتے تو رات کے وقت حملہ نہیں کرتے تھے اور پھر حملہ سے پیشتر اذان دلواتے تا دوسروں کو پتہ لگ جائے کہ مسلمان آپہنچے ہیں[۲]۔ ہم بھی اسی رسول کے پیرو ہیں اس لئے جو بھی کریں گے علے الاعلان کریں گے۔ ہمارے کسی کام میں کوئی اخفاء نہیں ہوگا سوائے اس کے جو ضروری اور جائز ہو۔ ایک کبڈی کھیلنے والا حریف کو پکڑتا ہے مگر پہلو بچاکر، کنکوا اڑانے والا دوسرے کے کنکوے کو چکر میں لاکر کاٹتا ہے، تاجر اپنے گاہکوں کا علم دوسرے کو دینا پسند نہیں کرتا۔ پس اس قسم کے جائز اخفاء کے سوا مخفی تدابیر جائز نہیں اور ہم انہیں پسند نہیں کرتے۔ پس ایسی باتوں کو مستثنٰی کرکے ہمارے کاموں میں نہ پہلے کبھی اخفاء ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا کیونکہ ہمارا حساب صاف اور ہماری نیتیں نیک ہیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ یہ ساری باتیں ان الفاظ میں آجائیں جن میں مَیں پیش کرتا ہوں یا قریب قریب انہی الفاظ میں اور ہر ایک کو معلوم ہوجائیں لیکن مضمون شروع کرنے سے پیشتر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کو دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ اول یہ کہ ہر شخص جو سلسلہ میں داخل ہے جس نے میرے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی اور ان کے ذریعہ خدا کی بیعت کی ہے، وہ اپنی جان، مال، عزت، آبرو، اولاد، جائداد غرضیکہ ہر چیز خدا، رسول اور اس کے نمائندوں کیلئے قربان کرچکا ہے اور اب کوئی چیز اس کی اپنی نہیں، میں یہ کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس کے دل میں بیعت کے اس مفہوم کے متعلق ذرہ بھی شبہ ہے وہ اگر منافق

کہلانا نہیں چاہتا تو وہ اب بھی بیعت کو چھوڑ دے۔ جس بیعت میں نفاق ہو وہ کسی فائدہ کا موجب نہیں ہوسکتی بلکہ وہ ایک لعنت ہے جو اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس نے میری بیعت کسی شرط کے ساتھ کی ہوئی ہے اور کوئی چیز اس کی اپنی باقی ہے اور اس کیلئے میری اطاعت مشروط ہے وہ میری بیعت میں نہیں اور میں تمام کے سامنے اور پھر اخباروں میں اس خطبہ کی اشاعت کے بعد ان لاکھوں لوگوں کو جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں رہتے ہیں' صاف صاف الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں کوئی استغناء باقی ہے تو میں اسے اپنی بیعت میں نہیں سمجھتا۔ میرا خدا گواہ ہے اور آپ لوگ جو سن رہے ہیں آپ بھی گواہ ہیں کہ میں نے یہ بات پہنچادی ہے۔ کیا پہنچادی ہے؟ (اس پر چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہاں پہنچادی ہے) میرا خدا گواہ ہے۔ اور آپ لوگ مقر ہیں کہ میں نے یہ بات پہنچادی ہے کہ مشروط بیعت کوئی بیعت نہیں' بیعت وہی ہے جس میں ہر چیز قربان کرنے کیلئے انسان تیار ہو۔ پس میرا ہر حکم جو خداتعالیٰ کے احکام کے ماتحت ہو اور جس کے خلاف کوئی نص صریح موجود نہ ہو' اسے ماننا آپ کا فرض ہے۔ جب اجتہاد کا معاملہ آجائے تو وہی اجتہاد صحیح ہوگا جو میرا ہے اور اس میں لازماً پابندی کرنا آپ کا فرض ہے سوائے اس کے کہ کوئی مجھے مشورہ دے دے باقی تعمیل میں کوئی تامل نہیں ہوسکتا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ قرآن کریم میں جہاں خدا' رسول اور اس کے نمائندوں کی اطاعت کا حکم ہے وہیں اُولِی الْاَمر کی اطاعت بھی ضروری قرار دے دی گئی ہے اور ان کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متواتر یہ تعلیم دی ہے۔ آپ کی کوئی کتاب نہیں جس میں آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو اور میں جس قدم پر آپ لوگوں کو لے جانا چاہتا ہوں' وہ ایسا جوش پیدا کردینے والا ہے کہ ممکن ہے کسی کو حکومت کی اطاعت میں بھی کوئی شک پیدا ہوجائے پس اگر کوئی اس سے آگے نکل جائے یا شُبہ کرے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔ اگر ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا تو بالکل ممکن ہے ایک وقت تمہیں تلوار کی دھار پر چلنا پڑے۔ ایک طرف تو میری اطاعت کے متعلق ذرا سی خلش بیعت سے خارج کردینے والی ہوگی اور دوسری طرف ذرا سا عُدوَان جو حکومت کی اطاعت سے برگشتہ کردے تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے منحرف کردے گا۔ ان دونوں حدود کے اندر رہتے ہوئے تمہیں ہر قسم کی قربانی کرنی ہوگی اور سلسلہ

کے وقار کو قائم کرنے کیلئے ہرایک جدوجہد کرنی پڑے گی- آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے لئے یہ وقت بہت نازک ہے- ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سلسلہ کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا آپ لوگوں کا فرض ہے- ایک دفعہ ایک پرائیویٹ میٹنگ کے موقع پر سردار سکندر حیات خان کے مکان پر چوہدری افضل حق صاحب نے مجھے یہ کہا تھا کہ ہمارا مقصد یہی ہے کہ احمدیہ جماعت کو کچل دیں- پس دشمنوں نے ہمیں چیلنج دیا ہے- پس جب تک تمہاری رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے تمہارا فرض ہے کہ اس چیلنج کو منظور کرتے ہوئے اس گروہ کے زور کو جو یہ دھمکیاں دے رہا ہے توڑ کر رکھ دو اور دنیا کو بتادو کہ تم پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرسکتے ہو' سمندروں کو خشک کرسکتے ہو اور جو بھی تمہارے تباہ کرنے کیلئے اٹھے' وہ خواہ کس قدر طاقتور حریف کیوں نہ ہو اسے خداتعالیٰ کے فضل سے اور جائز ذرائع سے تم مٹاسکتے ہو کیونکہ تمہارے مٹانے کی خواہش کرنے والا درحقیقت خداتعالیٰ کے دین کو مٹانے کی خواہش کرتا ہے- (اس پر زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے گئے- تو حضور نے فرمایا کہ خطبہ میں ایسے نعرے لگانا جائز نہیں) اس چیلنج کو ہم نے قبول کرنا ہے- میں نے شروع میں اس چیلنج کو نظرانداز کردیا تھا اور اسے ایک احمقانہ چیلنج سمجھا تھا- مگر ان کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر قادیان آکر بھی انہوں نے اسی چیلنج کو دہرایا ہے- ان کے جلسہ میں کہا گیا کہ ۶۰ ہزار فرزندانِ توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اِس طرف ڈی-اے-وی سکول اور اُس طرف منارۃ المسیح سے ٹکرارہا تھا- اس بیان میں جو صداقت ہے اسے وہ بھی خوب جانتے ہیں' ہم بھی اور پولیس بھی اچھی طرح جانتی ہے - اگر یہ سمندر منارۃ المسیح کو ٹکرارہا تھا تو رستہ میں جو ہندوؤں کا محلّہ پڑتا ہے وہ تباہ ہوجانا چاہیئے تھا- اور اُن کی طرف سے ان پر نالشیں ہوجانی چاہیئے تھیں لیکن ان لوگوں کو تو مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے کام ہے-

پس جیسا کہ حکومت پنجاب کے بعض افراد نے سلسلہ کی ہتک کی ہے' احرار کا بھی چیلنج موجود ہے اور آپ لوگوں کا کام ہے کہ ہتک کا بھی ازالہ کریں اور چیلنج کا بھی جواب دیں- اور ان دونوں باتوں کیلئے جو بھی قربانیاں کرنی پڑیں' کریں- اس کیلئے میں آپ لوگوں سے ایسی بھی قربانیوں کا مطالبہ کروں گا جن کا پہلے مطالبہ نہیں کیا گیا اور ممکن ہے پہلے وہ معمولی نظر آئیں مگر بعد میں بڑھتی جائیں اس لئے دنیا کے ہر گوشہ کے احمدی اس کیلئے تیار رہیں اور جب

آواز آئے تو فوراً لبیک کہیں۔ ممکن ہے میری دعوت پہلے اختیاری ہو یعنی جو چاہے شامل ہو۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جس قدر میرا مطالبہ ہوگا' اس سے کم طاقت خرچ نہ ہوگی اور جماعت کا ہر شخص قربانی کیلئے تیار رہے گا۔

غرض دو فرمانبرداریاں ہیں جن کا میں مطالبہ کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو ساری دنیا کو متحد کرنے والی ہے اور دوسری وقتی اور حالات کے مطابق بدلتی رہنے والی ہے۔ پہلی فرمانبرداری میری ہے جو خدا اور اس کے رسول کے حکم کے ماتحت ہے کیونکہ میں صرف ہندوستان کے لوگوں کا ہی خلیفہ نہیں' میں خلیفہ ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور اس لئے خلیفہ ہوں افغانستان کے لوگوں کیلئے' عرب' ایران' چین' جاپان' یورپ' امریکہ' افریقہ' سماٹرا' جاوا اور خود انگلستان کیلئے غرضیکہ کُل جہان کے لوگوں کیلئے مَیں خلیفہ ہوں۔ اس بارے میں اہلِ انگلستان بھی میرے تابع ہیں' دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس پر میری مذہبی حکومت نہیں' سب کیلئے یہی حکم ہے کہ میری بیعت کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں داخل ہوں۔ لیکن دوسرا حکم وقتی ہے اور حالات کے ماتحت بدلتا رہتا ہے۔ آج یہاں انگریزوں کی حکومت ہے اور ہم اس کے وفادار ہیں لیکن کل یہ بدل گئی تو ہم اس نئی حکومت کے وفادار ہوں گے۔ اس کے بالمقابل خلافت نہیں بدل سکتی۔ اس وقت میں خلیفہ ہوں اور میری موت سے پہلے کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہوسکتا اور تمام دنیا کے احمدیوں کیلئے میری ہی اطاعت فرض ہے۔ ہندوستانیوں پر بھی میری اطاعت ویسی ہی فرض ہے جیسے اہل ایران یا اہلِ امریکہ یا دنیا کے کسی دوسرے ملک کے رہنے والوں پر لیکن ان کیلئے انگریزوں کی اطاعت فرض نہیں۔ اہلِ افغانستان پر میری اطاعت فرض ہے مگر انگریزوں کی نہیں بلکہ ان کی جگہ اپنی حکومت کی اطاعت فرض ہے۔ اسی طرح اہلِ امریکہ پر میری اطاعت فرض ہے مگر انگریزوں کی نہیں۔ اس اطاعت میں احمدی متفرق ہیں لیکن میری اطاعت پر سب متفق ہیں۔ افغان' ایرانی' ڈچ' شامی' مصری وغیرہ اپنے اپنے ہاں کی حکومتوں کے مطیع ہیں مگر وہ مرکزی نقطہ جس پر سب متفق ہیں' وہ میری اطاعت ہے اس میں جو تفرقہ کرتا ہے وہ فاسق ہے اور جماعت کا ممبر نہیں۔

جہاں میں آپ لوگوں کو اس بات کی ہدایت کرتا ہوں کہ کسی جوش کی حالت میں آپ میں سے کوئی بھی قانون شکنی کی طرف توجہ نہ کرے۔ وہاں حکومت کو بھی اس نہایت ضروری

امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے افسران کو شرافت اور اخلاق کی تعلیم دے۔ ہمارا گزشتہ تجربہ بتاتا ہے کہ بعض افسران نے نہایت ہی بُرا نمونہ دکھایا جس کے متعلق مَیں بعد میں ذکر کروں گا لیکن فی الحال صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ہماری طرف سے مطالبہ نہیں کہ کوئی نفس پرستی کی وجہ سے کہہ دے کہ رعایا ہوکر تمہارا کیا حق ہے کہ مطالبہ کرو۔ اول تو حکومت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ رعایا کو مطالبات کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اگر اس کو جانے بھی دیا جائے تو میں کہوں گا یہ میرا مطالبہ نہیں بلکہ سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا نے اور وائسرائے ہند' لارڈ چیمسفورڈ نے جو مشترکہ رپورٹ کی تھی' اس میں آئی۔سی۔ایس والوں سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اخلاق درست رکھیں اور پبلک سے ہتک آمیز سلوک نہ روا رکھا کریں اگر وہ ایسا کریں گے تو حکومت کو کمزور کرنے والے ہوں گے۔ پس یہ وہ مطالبہ ہے جو ان کے افسران بالا نے ان سے کیا ہے' جو ان کی ملازمت کی ضروری شرط ہے' جسے اگر وہ پورا نہیں کرتے تو خائن اور بددیانت ہیں۔ اب پہلے میں وہ حالات بیان کرتا ہوں جو اس خطبہ کا اصل باعث ہیں۔ باہر کی جماعتوں کو ابھی تک کچھ حال معلوم نہیں کیونکہ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ طبائع میں جوش پیدا نہ ہو اور اس لئے ابھی تک کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ اب میں ایسی ترتیب کے ساتھ تمام واقعات اس طرح بیان کرتا ہوں کہ جماعت کے افراد' دوسری پبلک اور حکومت سب آسانی سے سمجھ سکیں اور جو نتائج مَیں ان سے نکالوں انہیں بھی اچھی طرح سمجھ سکیں۔ میں کوشش کروں گا کہ نہایت اطمینان کے ساتھ اور بغیر کسی جوش کے سب واقعات دُہرادوں تا میں بھی غلطی میں نہ پڑوں اور آپ لوگ بھی غلطی میں مبتلاء نہ ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس جلسہ کی غرض کیا تھی۔ ہمیں پہلی شکایت یہ ہے کہ جس رنگ میں یہ جلسہ کیا گیا ہے' حکومت کا فرض تھا کہ اسے روکتی۔ ہم سب سے زیادہ اس اصل کے قائل ہیں کہ ہر شخص کو تبلیغ کا حق ہونا چاہیئے بلکہ جو مضمون میری طرف سے آئندہ اصلاحات کے متعلق حکومت کو پیش کیا گیا ہے' اس میں یہ بات وضاحت سے درج ہے کہ ہر شخص کو تبلیغ کا حق حاصل ہونا چاہیئے اس لئے میری طرف سے اس بات کا کہا جانا ناممکن ہے کہ کیوں کسی کو اپنے عقائد کی تبلیغ کی اجازت دی گئی۔ اگر احرار یہاں تبلیغ کیلئے آتے تو میں ہرگز یہ امید نہ کرتا کہ حکومت انہیں روک دے کیونکہ اس صورت میں مَیں اپنے اقوال اور

خیالات کی خود مخالفت کرنے والا ٹھہرتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تبلیغی جلسہ نہ تھا اور یہ ایسی واضح بات ہے کہ گورنمنٹ کیلئے بھی اس کا سمجھنا مشکل نہ تھا کیونکہ اس کا حکم تھا اور اس نے ہم سے مطالبہ کیا تھا کہ کوئی احمدی ان کے جلسہ میں نہ جائے اور تبلیغ ہمیشہ دوسرے کو کی جاتی ہے اگر احمدیوں کو وہاں جانے کی ہی اجازت نہ تھی تو تبلیغ کسے کرنی تھی۔ حکومت کا ہم سے یہ مطالبہ کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ تبلیغی جلسہ نہ تھا۔

پھر جلسہ کی دوسری غرض تربیت ہوتی ہے۔ تربیت کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ کوئی بڑا عالم اس جگہ ہو یا وہ اس تحریک کا مرکز ہو۔ لوگ ایک وقت میں وہاں جمع ہوں اور اکٹھے فائدہ اٹھاسکیں اور ایک مقررہ وقت پر آکر باتیں سُن جائیں جیسا کہ ہمارا سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ یہاں خلیفہ وقت' دوسرے ذمہ دار کارکن اور لیڈر ہوتے ہیں جو جماعت کو اپنے اپنے خیالاتِ تعلیمی سے مستفید کرتے ہیں۔ خلیفہ ساری جماعت تک نہیں پہنچ سکتا' علماء نہیں پہنچ سکتے اس لئے ایک موقع پر سب لوگ آکر جمع ہوجاتے ہیں اور سُن جاتے ہیں۔ لیکن یہاں تو ان کا کوئی عالم نہ تھا' سننے والے اور سنانے والے سب باہر سے آئے تھے اور اس صورت میں وہ زیادہ آسانی کے ساتھ لاہور یا امرتسر میں جلسہ کرسکتے تھے۔ لوگ یہاں امرتسر' لاہور' جالندھر وغیرہ شہروں سے آئے' بعض پشاور اور ملتان وغیرہ دور کے مقامات سے بھی محدود تعداد میں شریک ہوئے لیکن یہاں وہ کس کی تقریریں سننے آئے تھے۔ ماموں کشمیری کی' نورے کشمیری کی یا عزیز کشمیری کی۔ قادیان کا وہ کون سا باشندہ ہے جس کی تقریریں سننے کیلئے آئے تھے۔ مولوی عطاء اللہ صاحب امرتسر ہیں' مولوی ظفر علی صاحب اور مولوی مظہر علی صاحب لاہور میں' مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانہ میں رہتے ہیں۔ انہی لوگوں نے تقریریں کیں اس لئے اس اجتماع کیلئے بہترین جگہ لاہور یا امرتسر ہوسکتی تھی۔ اگر وہاں جلسہ ہوتا تو بیس' پچیس ہزار لوگ بھی جمع ہوسکتے تھے اور اس طرح تعلیم و تربیت بھی اچھی طرح ہوسکتی تھی۔ اور بہ نسبت قادیان کے رہائش اور طعام کا انتظام بھی بخوبی ہوسکتا تھا۔ پس سوال یہ ہے کہ جب تقریریں کرنے والے اور سننے والے دونوں باہر سے آئے تھے تو جلسہ یہاں کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہ ایک ایسی عام بات ہے کہ حکومت اسے بخوبی سمجھ سکتی ہے۔ جس صورت میں لیکچرار اور سامعین دونوں باہر سے آئے اور جس صورت میں کہ انتظام کا بھی مقامی لوگوں پر انحصار نہ تھا' اس جلسہ کی غرض نہ تو تعلیمی ہوسکتی ہے نہ تبلیغی اور گورنمنٹ نے اس بات کو تسلیم

کرلیا ہے کیونکہ ہمیں وہاں جانے سے روک دیا گیا اور سننے سنانے والے دونوں باہر سے آئے۔ پس ان لوگوں کا یہاں آنا سوائے فساد کے کسی اور غرض سے نہیں ہو سکتا۔ ہم جو جلسے کرتے ہیں وہ تبلیغی ہوتے ہیں، ہم کبھی یہ نہیں کہتے کہ پولیس مقرر کرو کوئی ہماری تقریریں سننے نہ آئے بلکہ ہمارا ڈھنڈورہ یہ ہوتا ہے کہ لوگو آؤ اور سنو اور سمجھو لیکن ان کا ڈھنڈورہ یہ تھا کہ ہرگز نہ آؤ۔

پس ہمارے جلسوں کے اغراض واضح ہیں۔ مگر ان کا یہ حال تھا کہ ایک گاؤں ستکوہا کو ایک احمدی نوجوان جارہا تھا کیونکہ ستکوہا جانے کا وہی رستہ ہے۔ اس کی جیب میں دو اشتہار تھے جنہیں دیکھ کر ان لوگوں نے جو قادیان فتح کرنے آئے تھے، شور مچادیا کہ یہ ٹریکٹ تقسیم کررہا ہے۔ فرض کرو وہ شخص ٹریکٹ ہی تقسیم کرنے کیلئے گیا تھا لیکن اگر ان کی غرض تبلیغ ہوتی تو وہ اس پر اس قدر شور نہ مچاتے بلکہ خوش ہوتے کہ ایک آدمی آگیا ہے جسے ہم تبلیغ کرسکیں گے۔ مگر انہوں نے تو شور مچادیا کہ کیوں آیا ہے۔ اسی طرح گورنمنٹ کا حکم تھا اور اعلان تھا کہ وہ لوگ احمدیوں کے محلوں میں نہ آئیں لیکن ہماری طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ تھا۔ وہ لوگ برابر آتے رہے اور ہمارے سب آدمی مقرر تھے کہ آنے والوں کے ساتھ پھریں۔ انہیں اپنے ادارات دکھائیں اور حسبِ موقع تبلیغ بھی کریں۔ پس یہ صاف ثابت ہے کہ ان کا یہ جلسہ نہ تو تبلیغی تھا نہ تعلیمی، صرف فساد کیلئے تھا اور ان حالات میں کیا گورنمنٹ کا فرض نہ تھا کہ اسے روکتی۔ موضع معین الدین پور ضلع گجرات میں حکومت نے ہمارا جلسہ روک دیا تھا۔ اور سب انسپکٹر پولیس نے یہاں تک کہا تھا کہ اگر احمدی اس گاؤں میں داخل ہوئے تو میں فائر کردوں گا۔ ہم نے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر ضلع کو اس کی اطلاع دی بلکہ پنجاب گورنمنٹ کو بھی اطلاع دی مگر کسی نے کوئی توجہ نہیں کی اور یہی جواب دیا جاتا رہا کہ وہاں احمدی تھوڑے ہیں اور دوسرے لوگ غالب ہیں۔ مگر یہاں احمدی غالب اور دوسرے لوگ تھوڑے تھے۔ احمدی یہاں سات ہزار کے قریب ہیں اور دوسرے لوگ صرف سات آٹھ سَو ہیں۔ پھر یہ لوگ مالک نہیں ہیں، ان کے گذاروں کا انحصار ہم پر ہے، ترقی بھی ہمارے ذریعہ سے ہورہی ہے، تعلیمی انسٹی ٹیوشنز بھی یہاں ہماری ہی ہیں غرضیکہ جو فوقیت معین الدین پور میں دوسروں کو حاصل تھی، اس سے بہت بڑھ کر ہمیں یہاں حاصل ہے، پھر یہ ہمارا مرکز ہے، یہاں ہمارے مذہبی مقامات ہیں مگر وہاں جلسہ کو روکنے کے متعلق ہم نے ڈپٹی کمشنر،

سپرنٹنڈنٹ پولیس بلکہ پنجاب گورنمنٹ کو توجہ دلائی جہاں تک مجھے یاد ہے یہی چیف سیکرٹری اس وقت بھی تھے مگر کسی نے کوئی حرکت نہیں کی لیکن یہاں انہیں انصاف اور نیوٹریلٹی کی سوجھی- اور یہی کہتے رہے کہ کیا کریں' کیونکر روکیں' ہمیں تو انصاف کرنا چاہیئے- حکومت کے پاس رپورٹیں کی گئیں کہ ان لوگوں نے اپنی تقریروں میں کہا کہ ہم منارہ کو گرادیں گے اور احمدی دیکھیں گے کہ ان کے خلیفہ کی لاش خون میں لوٹتی ہوگی- اس تقریر کی نقل حکام کو بھجوادی گئی تھی قریباً ایک مہینہ ہوا مگر حکومت کے عدل و انصاف میں کوئی حرکت نہیں پیدا ہوئی- کیا ہم نے بھی کہا تھا کہ معین الدین پور کے سیدوں کی لاشیں خون میں لوٹتی ہوئی نظر آئیں گی- پس حکومت نے اس جلسہ کی اجازت دے کر بڑی سخت سیاسی غلطی کی ہے- خیر جب ہم نے دیکھا کہ حکومت کچھ نہیں کرتی تو صدر انجمن احمدیہ نے ایک علیحدہ محکمہ بنادیا تاکہ وہ دیکھے کہ یہ لوگ کیا کرنے لگے ہیں اور مرزا شریف احمد صاحب کو ناظم کارِخاص مقرر کیا گیا- اس دوران میں حکومت کو اطلاعات دی گئیں' حُکّام بالا کو بھی اور مقامی حکام کو بھی حالات سے واقف کرانے کی کوششیں کی گئیں مگر ہمارے اخبارات اس بارے میں خاموش رہے تاکہ جماعت میں شورش پیدا نہ ہو- گورنمنٹ نے اقرار کیا ہے اپنی اس چِٹّھی میں جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے کہ اسے اطلاع تھی کہ اس موقع پر فساد کا بڑا خطرہ ہے- ہمیں بھی باہر کے دوستوں سے چٹھیاں آرہی تھیں کہ یہاں ایسے جلسے ہورہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بہت فساد کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے ریکارڈ میں ایسی اطلاعات موجود ہیں- مگر باوجود ان سب باتوں کے ہم نے اخبارات میں ان باتوں کا ذکر نہیں کیا- اور اخبار الفضل نیز دوسرے اخبارات کے فائل گواہ ہیں کہ اس کے متعلق ہماری طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا اور اس جلسہ کیلئے جماعت کو کوئی تحریک نہیں کی گئی بلکہ مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ شورش کریں- اس کے متعلق ہمارے دوستوں پر اتنا اثر تھا کہ اخبار الفضل نے بعض وہ باتیں جو حکام کے خلاف لکھی جانی چاہیئے تھیں وہ بھی نہیں لکھیں اور اس پر میں نے ناراضگی کا اظہار بھی کیا-

غرضیکہ میں یہی کہتا رہا کہ ہمیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں- باہر سے لوگ گھبراہٹ میں خطوط لکھتے تھے کہ یہاں شورش بہت زیادہ ہے مگر الفضل میں کچھ بھی نہیں ہوتا ہم حیران ہیں کہ کیا معاملہ ہے- مگر ایسے دوستوں کو یہی جواب دیا جاتا رہا کہ آپ لوگ صبر سے کام لیں

اور ہم پر اعتبار کریں کہ سلسلہ کی حفاظت کیلئے جو کچھ ہم کررہے ہیں' ٹھیک کررہے ہیں- غرضیکہ ایک لمبا عرصہ ہماری طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی اور نہ حکومت نے ہمیں کوئی اطلاع دی حتّٰی کہ ستمبر میں ایک واقعہ ہوا جس کا یہاں بیان کردینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر امورعامہ کو جو ان دنوں شملہ میں تھے کمشنرلاہورڈویژن کی طرف سے کہ وہ بھی وہیں تھے' چٹھی ملی کہ میں نے ایک ضروری بات کہنی ہے' آپ کسی وقت مجھے آکر ملیں- اس کے جواب میں خانصاحب سترہ ستمبر کو ان سے جاکر ملے- اور کمشنر صاحب نے ان سے بعض باتیں کیں جن کی تفصیل خانصاحب نے اسی روز لکھ کر مجھے بھیج دی- وہ مفصّل چِٹّھی اب بھی موجود ہے اس میں خانصاحب نے لکھا ہے کہ آج کمشنر صاحب سے ملاقات ہوئی اور احراریوں کے جلسہ کے متعلق گفتگو ہوئی اور انہوں نے خواہش کی کہ اس موقع پر احمدیوں کی طرف سے کوئی بات نہ ہو جس سے اشتعال پیدا ہو- خانصاحب نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں' ہماری طرف سے کوئی ایسی بات ہرگز نہ ہوگی لیکن اگر ہم خود حفاظتی کی تدابیر کریں تو اس پر غالبًا آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا- انہوں نے کہا کہ نہیں- اس ملاقات کی تفصیلی رپورٹ خانصاحب نے مجھے بھجوائی جو موجود ہے اور اس میں ایک لفظ بھی نہیں جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہو کہ کمشنرصاحب نے باہر سے احمدیوں کوبلانے کی ممانعت کی تھی اور چونکہ خانصاحب نے اسی دن یہ رپورٹ لکھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اتنی اہم بات کو اس قدر جلدی نہ بھول سکتے تھے- اگر کمشنرصاحب نے اسی بات کیلئے ان کو بلایا ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ وہ اور باتیں تو لکھ دیتے مگر وہ بات جو ملاقات کی اصل غرض تھی' اسے بھول جاتے- پھر کچھ روز بعد تو بھول جانا ممکن ہے مگر اسی روز بھول جانا بالکل عقل کے خلاف ہے- مجھے اس تفصیل کو بیان کرنے کی اس لئے ضرورت ہوئی ہے کہ اٹھارہ تاریخ کو کمشنر صاحب یہاں آئے تھے اور انہوں نے جماعت کے نمائندوں سے شکایت کی تھی کہ جب میں نے بِالوضاحت خانصاحب کو باہر سے آدمی بلوانے سے روک دیا تھا تو پھر آپ نے کیوں آدمی بلوائے- خان صاحب نے اسی وقت ان سے کہہ دیا کہ میں آپ سے اختلاف پر مجبور ہوں- نہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہم آدمی بلوائیں گے اور نہ آپ نے منع کیا تھا- آپ نے شورش والے افعال سے اجتناب کی نصیحت کی اور میں نے خودحفاظتی کی تدابیر کی اجازت لی- خودحفاظتی سے میرا منشاء باہر سے آدمی بلانے کا تھا مگر میں نے اس کی

تشریح نہیں کی تھی- اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا تھا ہاں اجازت بھی نہ دی تھی- کیونکہ اس کا ذکر ہی نہیں آیا- چونکہ باوجود کمشنرصاحب کے یاددلانے کے خان صاحب کا حافظہ اب بھی ان کے خط کی رپورٹ کی ہی تائید کرتا ہے اور ادھر کمشنر صاحب بھی مصر ہیں میں سمجھتا ہوں غلط فہمی اس سے پیدا ہوئی ہے کہ کمشنرصاحب نے صرف یہ کہا کہ اشتعال نہ پیدا ہو اور دل میں اس کا مفہوم یہ سمجھا کہ باہر سے آدمی نہ بلوائے جائیں اور خانصاحب نے خودحفاظتی کی اجازت کے ماتحت یہ سمجھا کہ بیشک باہر سے آدمی بلوائے جائیں- یہ گفتگو گول مول ہوئی اور وضاحت کسی نے بھی نہ کی- میرے نزدیک آئندہ ہمارے آدمیوں کو احتیاط کرنی چاہیئے کہ ایسی گول مول گفتگو کبھی نہ کریں- اگر خانصاحب کو پہلے کبھی ایسے ہاتھ لگے ہوئے ہوتے تو وہ کمشنرصاحب سے کہتے کہ آپ مجھے ایک لسٹ لکھوادیں کہ ہمیں کیا کیا نہ کرنا چاہیئے- میں وہ لسٹ مرکز میں بھجوادوں گا اور مجھے پُورا پُورا یقین ہے کہ حکومت کے ساتھ جماعت کی طرف سے پُورا پُورا تعاون کیا جائے گا- بالکل ممکن ہے کہ اگر اس وقت تفصیل لکھوالی جاتی تو اس میں یہ بات نہ ہوتی- یا اگر ہوتی تو ہمیں دھوکا نہ لگتا- بہرحال یہ غلط فہمی ہوئی اور اس میں بھی حکومت کی غلطی ہے کیونکہ جب وہ ہم سے استمداد چاہتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ کھول کر بتاتی کہ وُہ کیا چاہتی ہے-

غرض حالات اسی طرح قائم رہے اور پندرہ اکتوبر تک نہ تو پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے اور نہ لوکل حکام کی طرف سے ہمیں کوئی اطلاع یا ہدایت موصول ہوئی پندرہ اکتوبر کے قریب مجھے بہت سے ایسے خطوط موصول ہوئے جن میں ذکر تھا کہ فساد کا اس موقع پر بہت خطرہ ہے- اس پر بارہ بجے کے قریب میں نے پرائیویٹ سیکرٹری کو بلا کر ہدایت کی کہ ناظم کارِخاص کو اطلاع کردیں کہ جلسہ احرار کے موقع پر خودحفاظتی کے طور پر دواڑھائی ہزار آدمی بلوالیں جو صرف ضلع گورداسپور کے ہوں- یہ ہدایت ساڑھے بارہ بجے ناظم صاحب کارِخاص کو ملی اس کے بعد میں نماز کیلئے چلا گیا نماز کے بعد کچھ لوگ ملاقات کیلئے آگئے- اس کے بعد تین بجے کے قریب پرائیویٹ سیکرٹری نے اطلاع دی کہ مرزا معراج الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ سی-آئی-ڈی لاہور کسی کام سے یہاں آئے تھے اور مجھ سے ملنا چاہتے ہیں- مرزاصاحب مجھ سے ۱۹۱۷ء سے ملنے والے ہیں وہ دو دفعہ یہاں آچکے ہیں- ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آئے تھے اور آپ کے ساتھ نماز بھی ادا کی تھی- اس وقت آپ بچے تھے- ایک

دفعہ بعد میں بھی آئے ہیں اور لاہور میں بھی مجھ سے کئی دفعہ مل چکے ہیں۔ ان کی طرف سے جب ملاقات کی خواہش کی گئی تو میں نے بڑی خوشی سے کہا کہ تشریف لے آئیں اور چونکہ میں نے سنا تھا کہ مجسٹریٹ علاقہ بھی ساتھ ہیں' میں نے ناظم صاحب کارِ خاص کو بھی بلوا بھیجا کہ کوئی بات ریکارڈ کے متعلق پیش ہو تو وہ بتاسکیں بلکہ میں نے مرزا شریف احمد صاحب کو کہلا بھیجا کہ وہ مرزا معراج الدین صاحب کو ساتھ لے آئیں۔ خیر وُہ آئے اور میں نے دریافت کیا کہ آپ کیسے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں سرکاری کام سے گورداسپور آیا تھا اور وہاں سے خیال آیا کہ قادیان بھی ہوتا جاؤں۔ ان سے گفتگو شروع ہوگئی اور خود بخود ہی باتیں احراریوں کی شورش کے موضوع کی طرف آگئیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ مجھ سے کس حیثیت سے گفتگو کررہے ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ سی۔آئی۔ڈی کی حیثیت سے یا مرزا معراج الدین کی حیثیت سے انہوں نے یقین دلایا کہ نہیں میں تو ذاتی حیثیت سے ملنے کیلئے آیا ہوں۔ پھر میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ جب گورداسپور میں آپ کا تعلق نہیں تو وہاں کیسے آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرکز کو علاقہ کی فکر بہرحال ہوتی ہے اور میں دریافتِ حالات کیلئے آیا تھا۔ پھر ان سے بے تکلفی سے گفتگو ہوتی رہی میں نے بھی وضاحت سے اپنے خیالات ان کے سامنے پیش کردیئے اور وہ بھی دوستانہ رنگ میں مفید مشورے دیتے رہے کیونکہ وہ سی۔آئی۔ڈی کے پرانے افسر ہیں اور لمبا تجربہ رکھتے ہیں۔ گفتگو کے دوران مَیں نے اس شبہ کا اظہار کیا کہ حکومت کی طرف سے ہماری مخالفت کی جارہی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ اس معاملہ میں حکومت بالکل نیوٹرل ہے۔ وُہ قطعاً آپ کے خلاف نہیں اور نہ ہی احرار کے خلاف ہے۔ گورداسپور کے حکام کے متعلق میں نہیں جانتا ان کے متعلق آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں لیکن اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے مجھے چونکہ ہر وقت پنجاب گورنمنٹ سے تعلق ہے' اس لئے میں اس کی نسبت آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ حکومت پنجاب کے صاف اور واضح احکام ہیں کہ اس جھگڑے میں ہرگز کسی فریق کی طرفداری نہیں کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا کہ یہاں تو یہ نہیں ہورہا بلکہ حکام کا ایک حصہ احرار کی طرفداری کررہا ہے۔ اس موقع پر پھر میں نے ہنس کر پوچھا کہ کیا آپ سپرنٹنڈنٹ سی۔آئی۔ڈی کے طور پر تو گفتگو نہیں کررہے۔ انہوں نے پھر اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں جیسا کہ بتاچکا ہوں' پرائیویٹ حیثیت میں بات چیت کررہا ہوں۔ اس پر میں نے مقامی حکام کے متعلق اپنے

شبہات تفصیل سے بیان کئے اور بعض واقعات کا بھی ذکر کیا اور میرا آخری فقرہ یہ تھا کہ ہم پر تو یہ اثر ہے کہ اس وقت اس علاقہ میں احرار کی حکومت ہے۔ ان کے جھوٹ کو بھی سچ سمجھا جاتا ہے اور ہمارے آدمیوں کے سچ کو بھی جھوٹ قرار دیا جاتا ہے آپ حکومت کو نیوٹرل بتاتے ہیں۔ کاش وہ نیوٹرل ہوتی لیکن وُہ تو احرار کی مدد کررہی ہے اسے یا تو نیوٹرل رہنا چاہیئے اور یا پھر ہمیں احراریوں کے رحم پر چھوڑ کر الگ ہوجانا چاہیئے۔ یہ کیا طریق ہے کہ ایک طرف تو وہ ہمارے ہاتھ باندھتی ہے اور دوسری طرف ان کو سر پر چڑھاتی ہے اور ہمیں قانون میں جکڑ کر ان کے آگے پھینکتی ہے۔ اگر وُہ نیوٹرل نہیں رہ سکتی تو بیشک ان کے رحم پر ہمیں چھوڑ دے اور اگر احراری ہم سب کو بھی قتل کردیں گے تو ہم کبھی حکومت کا شکوہ نہیں کریں گے۔ اس پر وہ مسکرائے اور کہا کہ میں خود اس مضمون کی طرف آنا چاہتا تھا مَیں نے سنا ہے کہ آپ نے باہر سے کچھ آدمی بلوائے ہیں۔ اور ایک ایسی تحریر ضلع میں مجھے دکھائی یا شاید کہا کہ بتائی گئی ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ میں نے ایسی ہدایت آج بارہ بجے جاری کی ہے آپ تک یہ کیسے پہنچ گئی۔ مَیں نے میرزا شریف احمد صاحب سے کہا کہ آپ کے پاس میری ہدایت پہنچی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں پہنچی ہے۔ میں نے کہا ابھی منگوائیں۔ وُہ ان کی جیب میں ہی تھی انہوں نے جھٹ نکال کر دکھادی۔ اس پر تاریخ اور وصولی کا وقت درج تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب آپ کی طرف سے کوئی ایسی تحریر گئی نہیں تو حُکّام ضلع نے کس طرح کہا کہ ایسی کوئی تحریر باہر گئی ہے۔ بہرحال انہوں نے کہا کہ اگر میں اپنے طور پر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی کمشنر سے مل کر پولیس کا کافی اور خاطرخواہ انتظام کرادوں تو کیا پھر بھی آپ کو باہر سے آدمی بلانے کی ضرورت ہوگی۔ میں نے کہا یہاں کی مقامی پولیس کو تو میں احراریوں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں۔ ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کو احراری قتل بھی کردیں تو یہ یہی کہیں گے کہ ان کے پچاس آدمی احرار پر حملہ آور ہوئے تھے اور انہوں نے خودحفاظتی کے طور پر قتل کردیا ہے اور اس طرح ہمارے ہی آدمیوں کو گرفتار کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر انگریز سپرنٹنڈنٹ ہر وقت یہاں رہے کیا پھر آپ کی تسلی ہوجائے گی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہاں اگر انگریز افسر مقرر ہوجائیں تو پھر ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ انتظام کرانے کی کوشش کروں گا کہ انگریز افسر یہاں رہے اور اس کے ساتھ آپ کا ایک آدمی رہے۔ آپ مرزا شریف احمد صاحب کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ میں D.C اور S.P سے بات

چیت کرلوں اور پھر اگر وہ اس تجویز کو منظور کرلیں تو آپ یہ حکم جاری نہ کریں- میں نے مرزا شریف احمد صاحب کو ان کے ساتھ جانے کی ہدایت کردی اور یہ باتیں کر کے وہ چلے گئے- شام کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ مرزا شریف احمد صاحب کے مکان پر کوئی میٹنگ ہے جس میں وہ بھی شامل ہیں- میں حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے- صبح میں نے فیروز پور جانا تھا اس لئے سویرے ہی میں نے ان کو بلوا بھیجا کہ وہ کیوں مرزا معراج الدین صاحب کے ساتھ نہیں گئے- انہوں نے کہا کہ مرزا صاحب کو دیر ہوگئی تھی- (دراصل وہ میرے پاس سے ہی دیر سے گئے تھے- اور میں نے عصر کی نماز پانچ بجے آکر پڑھائی تھی) اس دیر ہوجانے کی وجہ سے وہ مجھے نہیں لے جاسکے- وہ کہتے تھے کہ ڈپٹی کمشنر کے ہاں آج شب میرا کھانا ہے- اور انگریزی کھانے میں عام طور پر دیر ہوجایا کرتی ہے- گیارہ بارہ بجے اگر کھانے سے فارغ ہوئے تو اس وقت کیا باتیں ہوں گی- میں خود ہی ان سے بات چیت کر کے آپ کو اطلاع کردوں گا اور جب آپ کو اطلاع آجائے کہ آپ کے حسبِ منشاء تسلّی بخش انتظامات ہوگئے ہیں تو آپ باہر سے آدمی نہ بلائیں اور میاں شریف احمد صاحب نے مجھے یہ بتایا کہ مرزا معراج الدین صاحب کے جانے کے بعد ایک غلطی معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ چوہدری فتح محمد صاحب نے جو عارضی طور پر ناظر امورعامہ تھے ضلع گورداسپور کی بعض جماعتوں کے ذمہ کچھ تعداد لگائی ہے کہ اتنے آدمی یہاں بھیج دیں اور لاہور و امرتسر کی جماعتوں کو تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر بلایا جائے تو وہ بھی آجائیں- میں نے کہا کہ یہ تو بڑی غلطی ہوئی ہے- ناظر امورعامہ کو چاہیئے تھا کہ جب اس کام کو ان کے صیغہ سے علیحدہ کر کے اس کیلئے ایک علیحدہ افسر مقرر ہوچکا ہے تو وہ خود دخل نہ دیتے- دراصل چونکہ یہ انتظام نیا تھا' چوہدری صاحب کو خیال نہ رہا کہ یہ کام اب امورعامہ سے متعلق نہیں ہے- بہرحال میں نے کہا کہ مرزا معراج الدین صاحب کو اس غلطی کی فوراً اطلاع دی جائے تا وہ دوسرے افسروں کے سامنے جھوٹے نہ ٹھہریں اور ان کی خیرخواہی کا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ دوسروں کے سامنے غلط گو ثابت ہوں-

چنانچہ مرزا شریف احمد صاحب نے مجھے کہا کہ میں ابھی خاص آدمی بھیج کر ان کو اطلاع کروا دیتا ہوں- اس کے بعد میں فیروز پور چلا گیا اور اسی تاریخ کو خاص آدمی کے ذریعہ مرزا معراج الدین صاحب کو غلطی کی بھی اطلاع کردی گئی اور یہ بھی لکھ دیا گیا کہ ان کے وعدہ کے مطابق انتظام ہوجانے پر اس سرکلر کو منسوخ کردیا جائے گا- میرے بعد ڈپٹی کمشنر اور

سپرنٹنڈنٹ پولیس یہاں آئے۔ چوہدری فتح محمد صاحب' خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب اور میاں شریف احمد صاحب کو بلایا اور باتیں کیں۔ ہمارے آدمیوں نے اپنے بعض عذرات پیش کئے جیسا کہ انسان کا قاعدہ ہے کہ ایسے موقع پر اپنے شکوے بیان کرتا ہی ہے۔ لیکن آخر میں قطعی اور غیر مشتبہ الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ ہم جاری شدہ سرکلر کو منسوخ کردیں گے اور اس انتظام پر ہمیں پوری تسلی ہے۔ یہ سولہ اکتوبر کی ڈاک جانے کے بعد کے واقعات ہیں۔ اس کے بعد سترہ کو پہلی ڈاک میں جماعتوں کو اطلاع دے دی گئی۔ وہ اطلاع جلسہ سے پہلے جماعتوں کو پہنچ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ پہنچی اور کوئی آدمی اس سرکلر کے ماتحت قادیان نہیں آیا۔ یہ چٹھی جو پہلی ہدایت کو منسوخ کرنے کے متعلق تھی' ڈپٹی کمشنر اور دوسرے حکام کو بھی بھجوادی گئی۔ غرضیکہ افسران سے بالوضاحت کہہ دیا گیا کہ ہم باہر سے آدمی نہیں بلائیں گے اور اس کیلئے چٹھی بھی جاری کردی گئی اور ہم اطمینان سے بیٹھ گئے کہ ہم نے حکومت سے پوری طرح تعاون کرلیا ہے۔ میں باہر گیاہوا تھا سترہ کی شام کو قادیان آیا رستہ میں لاہور' امرتسر وغیرہ مقامات پر کئی لوگ ملتے اور دریافت کرتے رہے کہ کیا ہمارے پہنچنے کی ضرورت ہے۔ میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ ہمیں اطمینان دلایا گیا ہے کہ پولیس کا انتظام کافی ہوگا' اس لئے ضرورت نہیں۔ ہاں اگر ہمیں پتہ لگا کہ گورنمنٹ خاطر خواہ انتظام نہیں کررہی تو پھر اطلاع دے دی جائے گی۔ ہم مطمئن تھے کہ ہم نے حکومت کے ساتھ پُورا پُورا تعاون کرلیا ہے۔ ساڑھے آٹھ نو بجے مَیں یہاں پہنچا اور کھانا وغیرہ کھاکر اور نماز سے فارغ ہوکر میں گیارہ بجے کے قریب بیٹھا تھا کہ کسی نے آکر اطلاع دی کہ مجسٹریٹ علاقہ آئے ہیں اور مجھ سے ملناچاہتے ہیں۔ میں گیا اور انہیں بلاکر بٹھایا۔ انہوں نے ایک کاغذ مجھے نکال کر دیا کہ یہ دیکھ لیں۔ وہ حکومت پنجاب کی طرف سے حکم تھا۔ جس میں لکھا ہے۔

*Order under section 3 (1) (d) of the Punjab Criminal Law (amendment) act 1932.*

*Where as the Punjab Government is satisfied that there are reasonable grounds for believing that you Mirza Bashir-ud-Din Mahmood Ahmad of Qadian in the District of Gordaspur have been summoning persons to Qadian to*

*be of present at the Conference convened by the Shoba Tabligh of the Majlis-i- Ahrar Islam at or near Qadian to be held on or about the 21st to 23rd October 1934. inclusive and whereas your action in so doing is Prejudicial to the public peace or safety the Punjab Government now directs you under Section 3 (1) (d) of the Punjab Criminal law (amendment) act 1932. (1) To Cancel and revoke any summon sent by you or under your authority to any person to attend at Qadian on the dates afore-said. (2) To abstain until after the 24th of October 1934 from summoning any person or persons to Qadian. (3) To abstain until after the 24th of October 1934 from promoting or convening any meeting in Qadian. (4) To abstain until after the 24th of October 1934 from making arrangements for the reception at Qadian of any person called by you and from providing them with food and shelter. Given under my hand this 17th day of October 1934.*

*Sd/- C. Garbett. Chief Secretary to the Government Punjab 17-10-34.*

اس کا ترجمہ یہ ہے۔

حکم زیر سیکشن ۳ (ا) (د) پنجاب کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۳۲ء

چونکہ پنجاب گورنمنٹ کو تسلی ہے اور چونکہ یہ باور کرنے کیلئے معقول قرائن موجود ہیں کہ تم مرزا بشیرالدین محمود احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور لوگوں کو قادیان بُلا رہے ہو اِس غرض سے کہ وہ مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کی اس کانفرنس پر جو کہ وہ ۲۱ لغایت ۲۳-اکتوبر یا اس کے قریب قادیان یا اس کے قُرب و جوار میں کرنا چاہتے ہیں موجود ہوں اور چونکہ تمہارا

یہ فعل امن عامہ میں خلل ڈالنے والا ہے اس لئے گورنمنٹ پنجاب تمہیں زیر دفعہ ۳ (ا) (د) پنجاب کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۳۲ء ہدایت کرتی ہے کہ (ا) تم ایسے تمام دعوت ناموں کو جو ان تاریخوں پر لوگوں کو قادیان بُلانے کیلئے تم نے بھیجے ہیں۔ یا تمہارے زیر حکم بھیجے گئے ہیں منسوخ کردو۔ (۲) ۲۴-اکتوبر ۱۹۳۴ء تک کسی شخص یا اشخاص کو قادیان بُلانے کی غرض سے کوئی دعوت نامہ مت بھیجو۔ (۳) ۲۴-اکتوبر ۱۹۳۴ء تک نہ کوئی جلسہ قادیان میں کرو' نہ جلسہ کرنے میں مُمِدّ بنو۔ (۴) ۲۴-اکتوبر ۱۹۳۴ء تک کسی ایسے شخص کا جس کو تم نے بلایا ہو قادیان میں استقبال کرنے یا اس کیلئے کھانے اور رہائش کا انتظام کرنے سے محترز رہو۔

آج مؤرخہ ۱۷-اکتوبر ۱۹۳۴ء کو میرے دستخط سے جاری ہوا۔ دستخط سی۔ گاربٹ چیف سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب۔

یہ قانون ۱۹۳۲ء میں پاس کیا گیا ہے۔ اور اس کی تمہید میں لکھا ہے کہ وہ سِول نافرمانی اور حکومت برطانیہ کو تہ وبالا کردینے والی تحریکات کو روکنے کیلئے ہیں اور مجھے یہ حکم دے کر گویا حکومت نے یہ الزام لگایا ہے کہ میں سِول نافرمانی کرنے والا یا حکومت برطانیہ کو تہ وبالا کرنے کی تحریک کرنے والا ہوں میں نے اس حکم کو پڑھتے ہی اس پر حسب ذیل جواب لکھ کر مجسٹریٹ کو دے دیا۔

جواب:

مجھے گورنمنٹ کے حکم سے اطلاع ہوئی اور میں اپنے مذہب کے حکم اور سلسلہ کی روایات کی وجہ سے اس کی تعمیل کرنے پر مجبور ہوں ورنہ یہ حکم ایسا غیرمنصفانہ اور ناجائز ہے کہ ایک شریف آدمی کیلئے یہ سمجھنا بھی مشکل ہے کہ ایک مہذب حکومت ایسا حکم کس طرح جاری کرسکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس فتنہ کو دیکھ کر کہ احرار قادیان میں ایک جلسہ کررہے ہیں اور وہ عَلَی الْاِعْلَان سلسلہ احمدیہ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں ایک ہدایت دی تھی کہ جماعت احمدیہ کے کچھ لوگ سلسلہ کے مقدس مقامات کی حفاظت کیلئے جمع کرلئے جائیں لیکن اس ہدایت کے جاری کرنے کے دو گھنٹہ بعد مرزا معراج الدین صاحب سی-آئی-ڈی میرے پاس آئے اور میں نے خود ان کو اس ہدایت سے اطلاع دی اور انہوں نے کہا کہ میں پورا انتظام پولیس کا کرادوں گا اس لئے آپ آدمی نہ بلوائیں اور ان کے کہنے کے مطابق اس ہدایت کا جاری کرنا منسوخ کردیا گیا۔ اس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ایک ایسی

ہدایت جماعت کے کسی افسر نے بغیر میرے مشورے کے پہلے سے جاری کردی ہوئی ہے اور اسے بھی منسوخ کرکے جماعتوں کو ہدایت کردی گئی کہ وہ آدمی نہ بھیجیں۔ میں کل فیروزپور گیا تھا مجھ سے راستہ میں بعض احمدیوں نے پوچھا کہ کیا انہیں احرار کے جلسہ پر قادیان آنے کی اجازت ہے اور میں نے انہیں اس سے منع کیا۔ حکومت سے ایسے تعاون کرنے کے بعد اس قسم کے حکم کا بھجوادینا حکومت کے وقار کو کھونا ہے اور حکومت کی مضبوطی نہیں بلکہ کمزوری کا موجب ہے اور مجھے افسوس ہے کہ حکومت نے اس قسم کے حکم کو جاری کرکے اس اعتماد کو نقصان پہنچایا ہے جو اس پر ملک معظم اور ان کی حکومت نے کیا تھا۔ بہرحال چونکہ میرا مذہب مجھے وفاداری اور اطاعت کا حکم دیتا ہے میں اس حکم کی جس کی غرض سوائے تذلیل اور تحقیر کے کچھ نہیں' پابندی کروں گا اور اِنْشَاءَ اللّٰہُ پوری طرح اس کی تعمیل کروں گا۔ باقی اس حکم کی نسبت آئندہ نسلیں خود فیصلہ کریں گی کہ اس کے دینے والے حق پر تھے یا نہ تھے۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ وَھُوَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ - (خاکسار مرزا محمود احمد)

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ:

(اول) میں نے جو ہدایت آدمی بلانے کیلئے دی تھی' اس کے ماتحت احکام جاری نہیں ہوئے اور اجراء سے قبل ہی ہدایت منسوخ کردی گئی۔

(دوم) ہمیں حکومت نے کبھی بھی آدمی بلانے سے منع نہیں کیا اس لئے سِول نافرمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ کمشنر صاحب نے خانصاحب سے صرف یہ کہا تھا کہ آپ لوگ کوئی ایسی کارروائی نہ کریں جو اشتعال انگیز ہو اور ہماری گزشتہ تاریخ اور روایات بتاتی ہیں کہ اگر ہمارے دس لاکھ آدمی بھی جمع ہوجائیں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ شورش کریں گے سوائے کسی ایسے افسر کے جو دن شراب پینے میں اور رات عیاشی اور برج کھیلنے میں گذار دے کوئی ہمارے اجتماع پر بدگمانی نہیں کرسکتا۔ پہلی دفعہ سولہ اکتوبر کو خان صاحب نے آکر مجھے کہا کہ حکومت کا ایسا منشاء ہے۔ اس سے قبل ہمیں کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ مرزا معراج الدین صاحب نے جو گفتگو کی وہ سرکاری حیثیت سے نہ تھی اور اس لئے حکومت اس سے فائدہ نہیں اٹھاسکتی۔ وہ پرسوں پھر آئے تھے اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ اس دن کیسے آئے تھے تو انہوں نے پھر کہا کہ میں ذاتی طور پر ملنے آیا تھا اس لئے اس دن کی ان کی گفتگو گورنمنٹ کیلئے مفید نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ ذاتی حیثیت سے آئے تھے۔ حکومت کی طرف سے اس بارہ میں ہمارے

ساتھ جو گفتگو کی گئی وہ وہی تھی جو سولہ اکتوبر کو ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کی اور اس مجلس سے اُٹھنے سے قبل میاں شریف احمد صاحب نے بالوضاحت پولیس کے دونوں سپرنٹنڈنٹوں سے کہہ دیا تھا کہ باہر سے لوگوں کو بلانے کیلئے جو حکم جاری کیا گیا ہے' اسے منسوخ کردیا جائے گا- چنانچہ جب کمشنر صاحب اور انسپکٹر جنرل صاحب پولیس اٹھارہ اکتوبر کو قادیان آئے اور ان کے ساتھ یہ افسران بھی تھے تو اس وقت میاں شریف احمد صاحب نے ان دونوں افسروں سے دریافت کیا کہ کیا آپ سے نہیں کہہ دیا گیا تھا کہ ہم اس حکم کو منسوخ کردیں گے اور کیا آپ نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو اس امر کی اطلاع نہیں دی تو انہوں نے تسلیم کیا کہ انہیں اس امر کی اطلاع کردی گئی تھی اور انہوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو بھی اس مضمون سے اطلاع کردی تھی- ڈپٹی کمشنر صاحب نے اس پر عُذر کیا کہ بیشک مجھے اطلاع ہوگئی تھی مگر گورنمنٹ کا حکم سولہ کو ہی جاری ہوچکا تھا- (تحقیق سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ درست نہ تھا- گورنمنٹ نے سترہ کو ہی اس حکم کا فیصلہ کیا اور اسی تاریخ کو جاری کیا) چونکہ سولہ کو ڈاک نکل چکی تھی اس لئے سترہ کو خاص آدمی مقرر کرکے تنسیخ کے احکام بھجوادیئے گئے اور حکومت کو بھی اس کی اطلاع دے دی گئی-

(سوم) جو دعوت جاری کی گئی وہ چوہدری فتح محمد صاحب نے دی تھی ناظرامورعامہ کی حیثیت سے-

(چہارم) ناظر جتنے ہیں سب انجمن کے ٹرسٹی ہیں اور اپنے اپنے محکمہ کے قانوناً بھی اخلاقاً بھی' مذہباً اور ہمارے نظام کی رُو سے بھی پُورے پُورے ذمہ دار ہیں- حتّٰی کہ نظام سلسلہ انہیں یہاں تک ذمہ دار قرار دیتا ہے کہ اگر کوئی ناظر خلیفۂ وقت کے مشورہ سے بھی کوئی کام کرے تب بھی ذمہ دار وُہی ہے مشورہ پرائیویٹ سمجھا جائے گا- اور یہاں تک حکم ہے کہ اگر ناظر کوئی پرائیویٹ مشورہ لے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے اور وہ اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کرسکتا- ساری ذمہ داری اس پر ہے سوائے اس کے کہ خلیفہ کا تحریری حکم اس کے پاس موجود ہو بلکہ یہاں تک اس بارہ میں پابندی ہے کہ اگر کوئی ناظر غفلت سے تحریری حکم نہ لے اور اس فعل کو خلیفہ کی طرف منسوب کردے تو وہ اعتماد کو توڑنے والا اور مستوجب سزا ہوگا- اور ان تمام مذہبی اور قانونی ذمہ داریوں کے مطابق یہ امر واضح ہے کہ ناظرامورعامہ نے جو آرڈر دیا' وہ اس کا ذاتی فعل تھا' مجھ سے اس میں مشورہ بھی نہیں کیا گیا تھا اور اگر کیا

بھی جاتا تو بھی وہ بحیثیت ناظر کے نہیں بلکہ ذاتی فرد کی حیثیت سے ہوتا اور اگر کوئی نقصان ہوجاتا تو وہ میرا حوالہ بھی نہیں دے سکتا تھا۔

(پنجم) صدر انجمن ایک باقاعدہ رجسٹرڈ باڈی ہے اور وہ اس کے ماتحت براہ راست حکومت کے سامنے ذمہ دار ہے۔

(ششم) یہ امر ثابت ہے کہ آدمی خود حفاظتی کیلئے بلائے گئے تھے اور اس جگہ پر جہاں ان کا آنا مذہبی فرض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں آنے کی بار بار تاکید کی ہے اور اس سے حکومت کا روکنا مذہبی مداخلت ہے۔ اس جگہ ان کے جن کو بلایا گیا مقدس مقامات ہیں اور ان کی حفاظت کیلئے انہیں اس وقت بلایا گیا جب دشمن ان کے خلاف شورش کرنے کیلئے یہاں جمع ہوئے تھے۔

(ہفتم) جونہی حکام نے انتظامات کی مضبوطی کا یقین دلایا' انہیں کہہ دیا گیا کہ آدمی نہیں بلائے جائیں گے۔

(ہشتم) سولہ اکتوبر کو گورداسپور کے حُکّام کو اس کا علم ہوگیا تھا وہاں ٹیلیفون اور ٹیلیگراف دونوں موجود ہیں لیکن سترہ کو تین بجے کی گاڑی سے ایک سپیشل انسپکٹر یہ احکام لے کر لاہور سے چلتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بیس گھنٹہ کے وقفہ کے باوجود حُکّامِ ضلع گورداسپور نے پنجاب گورنمنٹ کو مطلع نہیں کیا تا حکومت اس غلط فہمی میں مبتلاء نہ ہوتی۔ ان کیلئے لازم تھا کہ ہمارے وعدہ کو حُکّامِ بالا تک پہنچادیتے۔

(نہم) حکومت کو علم تھا کہ سرکلر جاری کرنے والا ناظر ہے۔ اور جیسا کہ مرزا معراج الدین صاحب نے بیان کیا' وُہ سرکلر یا اس کی نقل حکومت کے پاس پہنچ چکی تھی۔ خواہ وہ قادیان سے گئی یا باہر سے' بہرحال حکومت کو اس کا علم تھا اور یہ بھی وہ جانتی تھی کہ اس کا جاری کرنے والا میں نہیں ہوں۔

(دہم) اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ اس کا جاری کرنے والا میں ہی تھا یا اسے منسوخ کرنے سے انکار کردیا گیا تھا تب بھی یہ سِول نافرمانی یا حکومت کو تہہ وبالا کردینے والا جُرم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے پہلے کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا۔ ڈپٹی کمشنر وغیرہ حُکّام کی خواہش یہ تھی لیکن حاکم کی خواہش اور حکم میں فرق ہوتا ہے۔ کیا گورنمنٹ اس عام بات کو بھی نہیں سمجھ سکتی کہ یہ قانون حُکّام کی خواہش کو نہیں بلکہ ان کے احکام کو ردّ کرنے کے مواقع کیلئے وضع

کیا گیا ہے۔ اس حکم کے بعد اگر انکار کیا جاتا تو یہ البتہ سِول نافرمانی کہلاسکتی تھی لیکن ایس۔پی یا ڈی۔سی کی خواہش پر انکار کرنا سِول نافرمانی نہیں۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا تھا کہ تعاون نہیں کیا گیا۔ مگر یہ حکومت کو تہہ وبالا کرنے والی کوئی صورت نہیں اور اگر حکومت ایسا ہی سمجھتی ہے تو پھر ہمارے یہ شکوک صحیح ہیں کہ یہاں حکومت احراریوں کی ہے۔

یہاں لوگوں کو کسی سرکاری چھاؤنی یا پولیس پر حملہ کرنے کیلئے نہیں بلایا گیا تھا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ حملہ کیلئے ہی بلائے گئے تھے تو وہ حملہ احراریوں پر ہوسکتا تھا اور جب تک حکومت یہ قرار نہ دے لے کہ وہ احراری ہے اور جو ان پر حملہ کرتا ہے' وہ حکومت پر حملہ کرتا ہے اس وقت تک یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہاں جو لوگ بلائے گئے وہ حکومت کو تہہ وبالا کرنے کی غرض سے بلائے گئے تھے۔ ان تمام امور کی موجودگی میں حکومت پنجاب نے مجھے ایسا غیرمنصفانہ نوٹس دیا اور ایسے قانون کے ماتحت دیا جس میں صاف لکھا ہے کہ یہ سِول نافرمانی اور حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازشیں کرنے والوں کیلئے ہے۔ پس حکومت نے سخت بے انصافی کی جب اس نے

(اول) اس شخص کو نوٹس دیا جس کی طرف سے سرکلر جاری نہیں ہوا تھا۔ اور جاری کرنے والے کو نہ دیا اگر حکومت ایسا نوٹس دینا ضروری سمجھتی تھی تو جس کے دستخط تھے اسے دیتی اور وہ بھی اس قانون کے مطابق نہ دیا جاسکتا تھا جو سِول نافرمانی کو روکنے کیلئے ہے۔

(دوم) گورنمنٹ نے بے انصافی کی' اس وقت نوٹس دے کر جبکہ بیس گھنٹے پہلے اس کے ذمہ دار افسروں سے اس کی منسوخی کا وعدہ کیا جاچکا تھا اور جبکہ عملاً اس حکم کو منسوخ کردیا گیا تھا۔ حالانکہ قصور اس کے اپنے حُکّام کا تھا کہ کیوں انہوں نے فون یا تار سے بالا افسروں کو اطلاع نہ دی جبکہ گورداسپور میں یہ دونوں ذرائع میسر ہیں۔

(سوم) حکومت نے سخت بے انصافی کی جبکہ سِول نافرمانی کا غلط الزام مجھ پر لگایا گیا حالانکہ نہ کوئی حکم پہلے دیا گیا تھا اور نہ بعد میں دیا گیا۔

(چہارم) حکومت نے بے انصافی کی اور سخت ظلم کیا جب اس شخص پر سِول نافرمانی کا غلط الزام لگایا کہ جس نے اور جس کی جماعت نے ہمیشہ سِول نافرمانی اور اس قسم کی دوسری تحریکوں کی سخت مخالفت کی ہے اور حکومت کا تختہ اُلٹ دینے کا الزام لگا کر ہماری سخت ہتک کی ہے۔

(پنجم) حکومت نے سخت ناانصافی کی کہ احراریوں کا جن کا یہاں کوئی واسطہ اور کام نہ تھا، یہاں آنا جائز قرار دیا اور احمدیوں کا جن کا یہ مقدس مقام ہے ان کے یہاں آنے کو موجبِ فساد قرار دیا حالانکہ وہ اپنے گھر آرہے تھے اور احراری دوسرے کے گھر۔ اگر ایسا نوٹس دینے کی ضرورت تھی تو وُہ احرار کو دیا جانا چاہیئے تھا۔ ہمیں ایسا نوٹس دینے کے تو یہ معنے ہیں کہ وُہ گھر والوں کو تو حکم دیتی ہے کہ اپنے گھر کی حفاظت کیلئے اکٹھے ہوکر نہ بیٹھیں اور ڈاکوؤں اور حملہ آوروں کو جمع ہونے کی اجازت دیتی ہے۔

(ششم) حکومت نے بے انصافی اور ظلم کیا جب اس نے ہمارے لئے اس قانون کو استعمال کیا جو باغیوں اور انارکسٹوں کیلئے بنایا گیا ہے۔ اور جسے پاس کرتے وقت حکومت نے ملک کے نمائندوں کو یقین دلایا تھا کہ اسے بڑی احتیاط سے استعمال کیا جائے گا۔ اگر یہ قانون احمدیوں پر اپنے گھروں کی حفاظت کیلئے جمع ہونے پر چسپاں ہوسکتا ہے تو دُنیا کی کون ایسی ہستی ہے جو اس سے باہر رہ سکتی ہے۔ کل کو حکومت کسی شخص کو مال روڈ پر چھینک مارنے سے روک سکتی ہے کہ کوئی راہ گیر سوچتا جارہا ہوگا اس کے خیالات میں انتشار پیدا ہوگا وُہ جوش میں آکر لڑے گا، اس کے رشتہ دار آئیں گے، ادھر تمہارے رشتہ دار جمع ہوں گے اور اس طرح قتل وغارت کا احتمال ہے اس لئے چلو جیل خانہ میں۔ کون سا ایسا انسان ہے جو اس قسم کے چکروں سے اس قانون کے ماتحت گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ خربوزے کھاکر بازاروں میں چھلکے پھینکنے والوں کو بھی پکڑا جاسکتا ہے کہ کسی کا پاؤں پھسلے گا اس کے متعلقین لڑائی کریں گے اور اس طرح ملک میں بدامنی پیدا ہوگی۔ کیا کوئی معقول انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ صحیح استعمال ہے اس قانون کا اس کیلئے جس نے خود اُس کے بنانے والوں سے بھی زیادہ قیام امن کی کوشش کی ہے۔ جس نے اور جس کی جماعت نے اس وقت سول نافرمانی اور اس قسم کی دوسری موومنٹوں کا مقابلہ کیا جب یہ افسر جو آج ہمیں باغی قرار دے رہے ہیں، آرام سے اپنے بیوی بچوں میں بیٹھے ہوُا کرتے تھے۔ پھر یہ لوگ تنخواہیں لے کر کام کرتے تھے اور میں نے اور میری جماعت نے لاکھوں روپیہ اپنے پاس سے خرچ کرکے بدامنی پیدا کرنے والی تحریکات کا مقابلہ کیا۔ پھر کس قدر ظلم ہے کہ جو قانون ان تحریکات کے انسداد کیلئے وضع کیا گیا، وہ سب سے پہلے ہمیں پر استعمال کیا جاتا ہے جنہوں نے ملک معظم کی حکومت کو قائم کرنے کیلئے ملک کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ احرار کی تقریریں پڑھو، ان کو زیادہ غصہ اسی بات پر ہے کہ ہم حکومت کے

جھولی چُک[ؐ] ہیں۔ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہم اسی وجہ سے ان کے مخالف ہیں۔

(ہفتم) حکومت نے یہ نوٹس دے کر ایک امن پسند جماعت کی ہتک کی کیونکہ اس نے یہ قرار دیا کہ جو احمدی یہاں آئیں گے فساد کریں گے گویا میں بھی فسادی اور جماعت احمدیہ بھی فسادی ہے اور امن پسند صرف احراری ہیں۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب حکومت پر مصیبت آئے تو وہ ہم سے استمداد کرتی ہے' اس کی مصیبت کے وقت ہمارے لیکچرار جاتے اور مخالف تحریکوں کامقابلہ کرتے ہیں' جنگ میں ہم نے تین ہزار والنٹیئرز دیئے' روپیہ ہم خرچ کرتے تھے مگر آج احراریوں کی حفاظت کیلئے وہ ہمیں باغی بتارہی ہے۔

(ہشتم) حکومت نے ناانصافی کی جب اس نے اس رنگ میں ہمیں نوٹس دیا حالانکہ گزشتہ مواقع کی طرح وہ اب بھی خواہشِ امداد کرسکتی تھی۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ہم سے بھی غلطی ہوسکتی ہے اوریہ نہیں کہتا کہ ہم نے کبھی غلطی نہیں کی لیکن حکومت کا پہلے سلوک ہم سے یہ تھاکہ ہر ایسے موقع پر وہ اپنی خواہش کا اظہار کردیتی تھی چونکہ وہ جانتی تھی کہ ہم تعاون کرنے والے ہیں۔ حکام کی طرف سے چٹھی آجاتی تھی کہ جماعت کو یہ ہدایت کردیں اور ہم کردیتے تھے۔ پھر آج بغیر کسی وجہ کے یہ نوٹس کیوں دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یا ہم میں تبدیلی ہوگئی ہے یا حکومت میں۔

ابھی مئی کاواقعہ ہے کہ وائسرائے ہند کی طرف میں نے ایک خط لکھا تھا کہ جماعت احمدیہ کے ایڈریس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا اس سے شُبہ ہوتا ہے کہ شاید حکومت کا خیال ہے کہ ہم بعض مواقع پر اس سے تعاون نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے لکھا ہے کہ ہزایکسی لینسی کو یہ خیال ہرگز نہیں بلکہ حضور وائسرائے اس کے برعکس ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کو سب سے زیادہ قانون کی پابند اور وفادار جماعتوں میں سے ایک جماعت سمجھتے چلے آتے ہیں۔ تو ہندوستان کاافسر اعلیٰ کہتا ہے کہ یہ جماعت بہترین قانون کی پابند اور وفاداری کرنے والی ہے مگر پنجاب کی گورنمنٹ کے کچھ افراد کہتے ہیں کہ تم بغاوت کرنے والے ہو۔ بس دو ہی صورتیں ہیں۔ یا ان میں تبدیلی ہوئی ہے یا ہم میں۔ لیکن مئی کے بعد اس قدر قلیل عرصہ ہے کہ ہمارے اندر کوئی عظیم الشان تغیر مانا نہیں جاسکتا اور دوسری صورت یہی ہے کہ سرکاری افسروں میں کوئی ایسا شخص ہے جو ایسے وجوہ کی بناء پر جن کا ہمیں علم نہیں' ہمارا دشمن ہے اور اس نے یہ نوٹس دے کر اپنے عناد

کا اظہار کیا ہے- یا پھر یہ بات ہے کہ نچلے حکام نے افسرانِ بالا کو دھوکا دیا ہے- حکومت نے لکھا ہے کہ اس نوٹس سے ہمارا منشاء ہتک نہیں تھا- میں نے فیصلہ کیا تھا اور اس جمعہ تک بات کو ملتوی کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اگر حکومت نے کہہ دیا کہ غلطی ہوئی ہے تو میں اس بات کو چھوڑدوں گا لیکن اس نے اپنی جھوٹی عزت کا خیال کیا ہماری حقیقی ہتک کا کچھ خیال نہ کیا- کسی کو جوتا مار کر کہہ دینا کہ میرا مقصد ہتک نہیں تھا عجیب مضحکہ خیز امر ہے- منشاء کا پتہ تو ہمیشہ واقعات سے ہوا کرتا ہے جب میں نے نہ سرکلر جاری کیا نہ جاری کرنے والے نے مجھ سے پوچھا' پھر اسے منسوخ بھی کردیا گیا اور افسروں کواطلاع بھی دے دی گئی تو پھر سزا کے مستوجب یہاں کے افسر ہیں اور حکومت کا فرض تھا کہ انہیں سزا دیتی اور ہم سے صاف کہہ دیتی کہ غلطی ہوگئی ہے اس سے اس کی عزت اور وقار میں اضافہ ہوتا نہ کہ کمی- کانگرس سے ہمیشہ ہماری یہی جنگ رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم غلام ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم ہرگز غلام نہیں ہیں اب ہم انہیں کیا منہ دکھائیں گے کیونکہ اب تو پنجاب گورنمنٹ نے اپنے عمل سے ثابت کردیا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کو غلام سمجھتی ہے اور ان کی عزت کی قیمت اس کی نظر میں ایک کوڑی کی بھی نہیں ہے- اس حکم کے جاری کرنے والے افسروں نے یہ خطرناک غلطی کی ہے کہ ہم پر اس کام کا الزام لگایا ہے جسے ہم حرام سمجھتے ہیں اور جس کیلئے ہم باوجود اس کے کہ اس نے ہماری عزت کا پاس نہیں کیا تیار نہیں ہیں- وگرنہ غالب کی طرح ہم بھی کہہ سکتے تھے کہ- بے وفا تو بے وفا ہی سہی- مگر نہیں ہمارے مذہب نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ حکومت کے وفادار رہیں اس لئے وہ اگر ہمیں قید کردے' پھانسی دے دے تب بھی ہم وفادار ہی رہیں گے اور ہر عمل سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کریں گے-

میں نے اس جگہ گورنمنٹ کی جگہ افسران کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ میرے نزدیک اس کی ذمہ دار گورنمنٹ نہیں بلکہ خاص افسر ہیں اور محض دفتری کارروائی کے ماتحت یہ حکم دیا گیا ہے ورنہ گورنمنٹ کے کئی ممبروں سے میں نے پوچھا ہے وہ کہتے ہیں ہمیں اس کا علم ہی نہیں اور عین ممکن ہے ہزایکسی لینسی گورنر کو بھی علم نہ ہو' ممکن ہے بعض انگریز اور ہندوستانی ممبروں کو بھی اس کا علم نہ ہو لیکن بہرحال یہ گورنمنٹ کے نام سے جاری ہوا ہے اور اس کی ذمہ داری اسی پر ہے اور اس کا فرض ہے کہ اس غلطی کا اعتراف کرے اور کہے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا- مگر جب تک حکومت کی طرف سے یہ ہتک اور احراریوں کی طرف

سے یہ چیلنج قائم ہے' ہر احمدی جس کے دل میں ایمان ہے اس کا فرض ہے کہ جماعت کے وقار اور عزت کیلئے ہر قربانی کیلئے تیار رہے- احمدیت صرف نماز روزوں کا نام ہی نہیں اور جو شخص احمدیت کے اعزاز اور وقار کیلئے اپنی جان اور مال قربان کرنے کو تیار نہیں وہ احمدی نہیں کہلاسکتا- حکومت نے ہماری پچاس سالہ روایات کو جن پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فخر کرتے رہے' حضرت خلیفہ اول ؓ فخر کرتے رہے اور میں فخر کرتا رہا' بیدردی سے کچل دیا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اسے پھر قائم کریں اور ثابت کردیں کہ جو کہتا ہے ہم نے ان روایات کو قائم نہیں رکھا' وہ غلط بیانی کرتا ہے اور حکومت کا فرض ہے کہ اس شخص کو سزا دے- اس موقع پر حکومت نے جو تشریح اپنے عمل کی کی ہے' اس کا میں علیحدہ جواب دوں گا- اس میں تاریخیں بھی غلط دی گئی ہیں اور واقعات بھی غلط دیئے گئے ہیں مگر یہ سب تفاصیل میں آگے بیان کروں گا- سرِدست میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی تشریح میں بعض صریح طور پر غلط واقعات درج ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے حکومت کو دھوکا دیا ہے اور حکومت میں کوئی ایسا عنصر موجود ہے جو ہم سے بلاوجہ عناد رکھتا ہے- بعض افسروں نے اس دوران میں اس ہتک کے احساس کو اور بھی مضبوط کیا ہے' ایک افسر کو جب کہا گیا کہ یہ نوٹس خلیفہ کو کیوں دیا گیا تو اس نے کہا کیا خلیفہ حکومت کی رعایا نہیں؟گویا رعایا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس کی چاہو ہتک کرو- میں اس افسر کو یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ اگر حکومت کی رعایا ہونے کے یہی معنے ہیں تو کوئی شریف اور غیرت مند انسان اس کی رعایا ہونا پسند نہیں کرے گا- ہم تو برطانوی رعایا ہونے کا یہی مطلب سمجھا کرتے تھے کہ اس حکومت میں سب کی عزت محفوظ ہے' کوئی کسی کی توہین اور ہتک نہیں کرسکتا بلکہ رعایا کا ہر فرد برٹش ایمپائر کی عظمت کا حصہ دار ہے لیکن آج ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ خواہ تم پر کوئی غلط قانون ہی کیوں نہ استعمال کیا جائے' رعایا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ تمہیں بولنے کا کوئی حق نہیں اور اگر بولتے ہو تو تم باغی ہو- اگر رعایا ہونے کا یہی مطلب ہے تو حکومت کو چاہیئے کہ دلیری سے اس کا اعلان کردے کہ اے ہندوستان کے رہنے والو تمہاری عزت خاک میں ملادی جائے گی- اس صورت میں جو غیرت مند ہوگا وہ اس ملک سے نکل جائے گا بجائے اس کے کہ ذلیل ہوکر یہاں رہے- ایک دوسرے افسر نے کہا کہ خلیفہ کے سوا اور کسے مخاطب کیاجاتا کیا اس صورت میں یہ نہ کہا جاتا کہ کسی اور کو ذمہ دار قرار دے کر خلیفہ کی ہتک کی گئی ہے- جس دوست سے کہا گیا اس نے

کیا اچھا جواب دیا کہ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اس قانون کی نافرمانی کی وجہ سے اگر کسی شخص کو قید کرنے کی نوبت آتی تو جماعت کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا کہ کسی اور کو یہ اعزاز دے کر خلیفہ کی ہتک کیوں کی گئی- میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی افسر عقل سے ایسا کورا ہوسکتا ہے کہ وہ فی الواقع یہی بات سمجھ رہا ہو- یہ تمسخر ہے- اور جیسا کہ محاورہ ہے ہتک کے ساتھ زخم بھی پہنچایا گیا ہے- ایسا کرنے والوں کا یہی منشاء ہے کہ ہتک بھی کریں اور دلوں کو زخمی بھی کریں- اس جواب کا تو یہ مطلب ہے کہ نوٹس ایک بہت بڑی عزت افزائی تھی-

پس اگر یہ اعزاز خلیفہ کو نہ دیا جاتا تو تم اس میں کیونکر حصہ دار ہوسکتے تھے- تمہاری پچاس سالہ خدمات کا حکومت پر ایک بوجھ تھا' اس پر بوجھ تھا کہ تم نے جنگِ یورپ میں آدمیوں اور روپوؤں سے مدد کی' اس پر بوجھ تھا کہ تم نے رولٹ ایکٹ کی شورش کامقابلہ کیا' اس پر بوجھ تھا کہ تم لوگوں نے ہجرت کی تحریک کا مقابلہ کیا اور اس نے تم کو کوئی بدلہ نہیں دیا' اس پر بوجھ تھا کہ تم نے نان کوآپریشن (NON CO-OPERATION) کا مقابلہ مفت لٹریچر تقسیم کرکے اور جلسوں اور لیکچراروں کے ذریعہ کیا اور حکومت اس کا بدلہ دینے سے عاجز رہی' اس پر بوجھ تھا کہ تم نے سِول ڈس اوبیڈنس (CIVIL DISOBEDIENCE) کا مقابلہ کیا' ریڈ شرٹس (RED SHIRTS) کا مقابلہ کیا' بنگال میں ٹیررازم (TERRORISM) کا مقابلہ کیا اور اس نے کوئی قدر دانی نہ کی' اب یہ ایک موقع حکومت کو قدر دانی کاملا تھا اگر یہ انعام خلیفہ کو نہ دیا جاتا تو تم سب احمدی اس میں کس طرح شریک ہوسکتے تھے- پس ہتک کرنے کے بعد یہ مزید ظلم ہے کہ ہمارے احساسات کے ساتھ تمسخر کیا جارہا ہے- اور مجھے تو ایسا نظر آرہا ہے کہ حکومت پنجاب کے بعض (ابھی میں حکومت پنجاب کا نام نہیں لیتا کیونکہ بعض ممبروں نے کہا ہے کہ ہمیں تو علم بھی نہیں) افسروں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہم نے کانگرس کو دبالیا ہے' باغی جماعتوں کوتوڑ دیا ہے اور اب ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ہمیں وفاداروں کی بھی ضرورت نہیں- اور جب یہ بات دنیا کے سامنے آئے گی تو ہر وہ شخص جس کے دماغ میں عقل ہے یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ اس حکومت کے پاس جانا خطرناک ہے یہ نہ دوست کو چھوڑتی ہے نہ دشمن کو' سب کو مارتی ہے- میں حیران ہوں کہ آخر ان حکّام اور ان احراریوں کا ہم نے کیا بگاڑا ہے؟ میں نے مُخلِاًّ بِالطبع ہوکر اس امر پر غور کیا ہے کہ ہم نے ان کو کیا نقصان پہنچایا ہے لیکن کوئی بات مجھے نظر نہیں آئی- ہم نے ہر ایک کی خدمت کی ہے اور خدمت

کرنے کیلئے اپنی عزت کی قربانی کی، ماریں کھائیں، گالیاں کھائیں۔ احراری اب بھی کہتے ہیں کہ ہم مذہبی اختلاف کو برداشت کرسکتے ہیں مگر ان کی حکومت سے وفاداری کو برداشت نہیں کرسکتے۔ ہم نے حکومت کی خاطر اس قدر تکالیف اٹھائیں مگر اس سے کیا لیا۔ اور پھر احراریوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر ہماری کسی خدمت کی وجہ سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچا تو کیا وہ ایسے ہی ان سے مستفید نہیں ہو رہے جیسے ہم۔ ہمیں تو نہ ملک کی خدمت سے کچھ ملا اور نہ حکومت کی خدمت سے سوائے اس کے کہ گالیاں کھائیں، ماریں کھائیں، ہمارے آدمی کابل میں مارے گئے محض اس لئے کہ وہ جہاد کرنے کے مخالف تھے۔ اٹلی کے ایک انجینئر نے جو حکومت افغانستان کا ملازم تھا صاف لکھا ہے کہ امیر حبیب اللہ خان نے صاحبزادہ سید عبداللطیف کو اس لئے مروادیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دے کر مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیرتا ہے۔

پس ہم نے اپنی جانیں اس لئے قربان کیں کہ انگریزوں کی جانیں بچیں مگر آج بعض حُکّام سے ہمیں یہ بدلہ ملا ہے کہ ہم سے باغی اور شورش پسندوں والا سلوک روا رکھا ہے اور پھر وہ محسوس بھی نہیں کرتے کہ انہوں نے جو کچھ کیا غلط کیا ہے بلکہ ان کا جواب ویسا ہی ہے جیسا کہ محمود طرزی نے دیا تھا۔ محمود طرزی امیر امان اللہ خان کے خسر اور افغانستان کے وزیر خارجہ تھے۔ انہیں کے خط کی بناء پر میں نے مولوی نعمت اللہ صاحب کو وہاں بھجوایا تھا اور ان کا وہ خط آج بھی موجود ہے۔ جس وقت مولوی نعمت اللہ صاحب کو شہید کیا گیا' وہ فرانس میں سفیر تھے۔ جب وہ واپس آئے تو میں نے سید ولی اللہ شاہ صاحب کو ان سے ملنے کیلئے بھیجا۔ انہوں نے جاکر کہا کہ آپ کے کہنے کے مطابق ہم نے اپنا آدمی وہاں بھیجا اور آپ نے اس کو شہید کرادیا یہ کیا ظلم کیا۔ اس پر انہوں نے بہت ناراض ہوکر جواب دیا کہ غصہ کا موقع تو ہمیں ہے ہم نے تو تمہارا ایک آدمی ماردیا اور تم نے ہمیں ساری دنیا میں بدنام کردیا اگر ہم نے ماردیا تھا تو اس قدر شور کیوں مچایا تمہیں چاہیئے تھا کہ چُپ رہتے۔ اسی طرح کا یہ گورنمنٹ بھی ہمیں جواب دیتی ہے کہ اگر ہتک ہوگئی تو کیا جس طرح ایک کتا مار کھاکر بھی اپنے آقا کے بوٹ کو چاٹتا ہے اسی طرح تم بھی کہو کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کیا عزت افزائی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ نے ہمارے خلیفہ کو مخاطب کیا ہے یہ بات جوں جوں انگلستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں پھیلے گی اور ضرور پھیلے گی تو ضرور حکومت کی بدنامی کا موجب ہوگی۔ دنیا ہمیں

انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے ہو جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے لیکن دوسری طرف حکومت ہم سے یہ سلوک کرتی ہے کہ کہتی ہے کہ تم مرزا محمود احمد سول نافرمانی کرنے والے ہو- اور جب یہ واقعات کسی عقلمند کے سامنے پیش ہوں گے تو وہ تسلیم کرے گا کہ حکومت کا رویہ صحیح نہیں- میں نے یہ خطبہ جان بوجھ کر اس ہفتہ پر رکھا تھا کہ دیکھوں حکومت اس کا ازالہ کرتی ہے یا نہیں- اس میں شک نہیں کہ اس نے دلداری کی کوشش کی ہے مگر گہرے زخم ظاہری مرہم سے شفاء نہیں پایا کرتے- ہم کو فخر تھا کہ ہم نے پوری کوشش کرکے ملک میں امن قائم کر رکھا ہے اور ملک میں ایک ایسی داغ بیل ڈال دی ہے کہ فساد مٹ جائے مگر حکومت نے ہماری اس عمارت کو گرادیا ہے' ہمارے نازک احساسات مجروح کئے گئے ہیں' ہمارے دل زخمی کردیئے گئے ہیں' ہم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا' کسی سے کچھ نہیں مانگا مگر حکومت اور رعایا خواہ مخواہ ہماری مخالف ہے اور مسیح ناصری کا قول بالکل ہمارے حسبِ حال ہے کہ

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر
ابنِ آدم کیلئے سردھرنے کی بھی جگہ نہیں" ؎

پس اے احمدی جماعت! جیسا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بنائے گا تمہارا فرض ہے کہ اپنے لئے خدا کے فضل سے آپ گھر بناؤ- اس الہام میں یہی اشارہ ہے کہ یہ زمین اور آسمان تمہیں کانٹوں کی طرح کاٹیں گے آخر ہم نے کیا قصور کیا ہے ملک کا یا حکومت کا کہ ہم سے یہ دشمنی اور عناد کا سلوک روا رکھا جارہا ہے؟ کل پہرہ دینے والوں میں سے ایک خوش الحانی سے غالب کا شعر پڑھ رہا تھا کہ

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم کوئی ہمیں اُٹھائے کیوں

میرے دل میں اس وقت خیال گزرا ہے کہ یہ ہمارے حسبِ حال ہے- ہم کسی کے گھر پر حملہ آور نہیں ہوئے' حکومت سے اس کی حکومت نہیں مانگی' رعایا سے اس کے اموال نہیں چھینے' بلکہ اپنی مساجد ان کے حوالہ کردیں' اپنی بیش قیمت جائدادیں ان کو دے کر ہم میں

سے بہت سے لوگ قادیان میں آگئے کہ امن سے خدا کا نام لے سکیں مگر پھر بھی ہم پر حملے کئے جاتے ہیں اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ باندھ کر ہمیں ان کے آگے پھینکنا چاہتی ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ ہمارا قصور کیا ہے جو ہم پر اس قدر ظلم کئے جاتے ہیں؟ گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم بیشک صابر ہیں' متحمل ہیں مگر ہم بھی دل رکھتے ہیں اور ہمارے دل بھی درد کو محسوس کرتے ہیں اگر اس طرح بِلاوجہ انہیں مجروح کیا جاتا رہا تو ان دلوں سے ایک آہ نکلے گی جو زمین و آسمان کو ہلادے گی جس سے خدائے قہار کا عرش ہل جائے گا اور جب خداتعالیٰ کا عرش ہلتا ہے تو اس دنیا میں ناقابلِ برداشت عذاب آیا کرتے ہیں۔

(الفضل یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

---

۱؎ تاریخ الامم والملوك لابی جعفر محمد بن جریر الطبری الجزء الثالث صفحہ ۲۴۷'۲۴۸ دارالفکر بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

۲؎ بخاری کتاب الاذان باب ما یحقن بالاذان من الدماء

۳؎ جھولی چُک: خوشامدی

۴؎ متی باب ۸ آیت ۲۰